شاعر
منیرؔ نیازی
(1928-2006)

سبق: ۲۰ بے چین بہت پھرنا، گھبرائے ہوئے رہنا

شاعر کا تعارف

ممتاز اردو شاعر منیر نیازی کا پورا نام محمد منیر خان تھا۔ وہ خان پور، ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ صرف دو ماہ کے تھے کہ اُن کے والد وفات پا گئے۔ ان کے چچاؤں نے ہی ان کی پرورش کی ذمہ داری نبھائی۔ سات سال کی عمر تک خان پور میں ہی رہے اور پھر خاندان کے ہم راہ خان پور چھوڑ کر ساہیوال چلے آئے۔

منیر نیازی نے پرائمری تعلیم ساہیوال میں حاصل کی۔ اس کے بعد گورنمنٹ ہائی اسکول ساہیوال میں داخلہ لیا اور میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ فوج میں بھرتی ہوئے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

آخر تعلیم کی طرف واپسی ممکن ہوئی اور بہاول پور سے ایف۔ اے پاس کر کے دیال سنگھ کالج لاہور میں بی۔ اے میں داخلہ لیا۔ قیامِ پاکستان کے پُر آشوب حالات میں تعلیمی سلسلہ ایسا منقطع ہوا کہ پھر جڑ نہ سکا۔ ساہیوال میں ایک اشاعتی ادارے "ارژنگ پبلشرز" کی بنیاد رکھی لیکن مالی معاملات کی وجہ سے ادارہ بند ہو گیا۔ شہر میں مجید امجد، انجم رومانی اور صدیق کلیم جیسے شعرا و ادبا سے روابط قائم ہوئے۔ مجید امجد نے ان پر سب سے زیادہ اثرات مرتب کیے۔ لاہور میں آئے تو ان کی شاعری کی خوش بو پھیلتی چلی گئی۔ وہ حلقہ اربابِ ذوق کے سیکرٹری بھی رہے۔ لاہور میں ایک اشاعتی ادارہ "المثال" قائم کیا لیکن چند کتابیں شائع کر کے بند کرنا پڑا۔

انھوں نے تاعمر شاعری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ کچھ فلموں کے گیت بھی لکھے۔ ان کے گیارہ اردو اور تین پنجابی شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

ان کے شعری مجموعوں میں "تیز ہوا اور تنہا پھول"، "جنگل میں دھنک"، "دشمنوں کے درمیان شام"، "آغازِ زمستاں میں دوبارہ"، "اس بے وفا کا شہر" شامل ہیں جب کہ تمام کلام "کلیاتِ منیر نیازی" کی صورت میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں پنجابی شاعری میں "سفر دی رات"، "رستہ دسن والے تارے"، "چار چپ چیزاں" شامل ہیں۔

انھیں ۱۹۹۲ء صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی اور کمال فن ایوارڈ سے نوازا گیا جب کہ ۲۰۰۵ء میں انھیں ستارۂ امتیاز کا اعزاز دیا گیا۔

اشعار کی تشریح

شعر نمبر 1

بے چین بہت پھرنا ، گھبرائے ہوئے رہنا
اک آگ سی جذبوں کی ، دہکائے ہوئے رہنا

حلِ لغت بے چین (بے قرار، سکون نہ ہونا) دہکانا (بھڑکانا، روشن کرنا) جذبے: (داخلی کیفیات، احساسات)

مفہوم میں ہر وقت بہت بے چین اور گھبرایا ہوا رہتا ہوں، میرے دل میں جذبات کا ایک الاؤ روشن رہتا ہے۔

تشریح

منیر نیازی دورِ جدید کے اُردو اور پنجابی کے مشہور شاعر ہیں۔ منفرد لب و لہجے اور اُسلوب کے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں تحیّر اور سادگی کا عنصر نمایاں ہے۔ اپنی شاعری میں منیر نیازی جن جذبات و احساسات کو اپنی گرفت میں لاتے ہیں۔ تشبیہات

اور استعاروں کے ذریعے ان کیفیات کو پیش کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کے بارے میں اشفاق احمد کہتے ہیں کہ:

"منیر نے بات کی اور ختم کی، سننے والے سوچنے پر مجبور ہو گئے اور پھر ایک نقطہ ایک ایک حرف ذہن کے جلو میں قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکنے لگا۔"

تشریح طلب شعر میں شاعر اپنے قلبی احساس کو بیان کرتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میں ہر وقت بہت بے چین اور بے سکون رہتا ہوں۔ ہر وقت میرے دل میں ایک گھبراہٹ سی رہتی ہے۔ میں اپنے دل میں ہمہ وقت جذبات کی آگ کا ایک الاؤ سا روشن رکھتا ہوں۔ جذبات کی یہ آگ مجھے ہر وقت بے چین رکھتی ہے۔ شاعر نے جذبات کی شدت اور ان کی گرمی کو "آگ کے دہکانے" سے تشبیہ دی ہے۔ "بے چین بہت پھرنا" کا مطلب یہ ہے کہ دل میں کسی طور قرار نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے کسی ایک جگہ ٹھہر نہیں سکتا۔ "گھبرائے ہوئے رہنا" کا مطلب ہے کہ ایک خوف اور اندیشے کی کیفیت میں ہمیشہ مبتلا رہنا۔

خیال مجھ کو دلِ بے قرار کس کا تھا — لیے پھرا جو مجھے در بدر زمانے میں
(منیر نیازی)

انسانی فطرت ہے کہ کوئی بھی جذبہ ہو، محبت ہو یا نفرت، غم ہو یا غصہ، جب کوئی جذبہ شدت اختیار کر لیتا ہے تو انسان کے اندر ایک بے چینی اور اضطراب پیدا کر دیتا ہے۔ اسے کسی ایک جگہ قرار نہیں آتا۔ آگ کی طرح یہ جذبات بھی جلانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جذبات کی یہ آگ دل کو جلاتی ہے اور اسے بے چین کرتی ہے۔ جذبات کی شدت اور بے چینی یہ دونوں کیفیات ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ بے چینی دل کو مضطرب کرتی ہے اور جذبات کی آگ دل کو جلا کر مزید بے چین کرتی ہے۔

چشمِ نم تیری روانی سے الگ رہتا ہوں — آگ ہی آگ ہوں پانی سے الگ رہتا ہوں
تو مرے تذکرۂ عشق میں کیوں آتا ہے — میں تو خود اپنی کہانی سے الگ رہتا ہوں
(قمر رضا شہزاد)

دھڑکتے دلوں میں جذبات و احساسات کا پیدا ہونا بالکل فطری امر ہے۔ صرف مردہ دل جذبات و احساسات سے عاری ہوتے ہیں۔ جو بھی شخص دل رکھتا ہے اور عقل و شعور رکھتا ہے اس کے دل میں بہت سی خواہشات اور جذبات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ہر زندہ دل انسان میں ہزاروں اُمنگیں ہوتی ہیں۔ وہ کھلی آنکھوں سے ہزاروں خواب دیکھتا ہے اور انھیں پورا کرنے کے لیے محنت مشقت اور تگ و دو کرتا ہے۔ انسان کے جذبات اور اس کی خواہشات ہی اسے مسلسل عمل پر اُکساتی ہیں۔ جب تک اسے مطلوبہ چیز یا اپنا مقصد حاصل نہیں ہو جاتا وہ مسلسل ایک بے چینی اور اضطراب کی سی کیفیت میں رہتا ہے۔

اُمنگوں نے مرے دل کو عجب اُلجھن میں ڈالا ہے — سمجھتا ہے کہ جو بھی کام ہے وہ کرنے والا ہے
(میرا جی)

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جب اردگرد کے لوگ انسان کے جذبات اور احساسات کو نہ سمجھیں اور انسان کے جذبات کو کسی سطح پر اہمیت نہ ملے تو اس کا دل بے چین اور مضطرب ہو جاتا ہے۔ اس کا دل بہت سے کام کرنے کو چاہتا ہے۔ اس کے دل میں بہت باتیں ہوتی ہیں جو زبان تک آنا چاہتی ہیں لیکن باہر کوئی اسے سننے والا نہیں ہوتا ہے۔ بقول مولانا حالی:

کوئی محرم نہیں ملتا جہاں میں — مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں
(مولانا حالی)

مرے سینے میں بھی تو دل ہے دھڑکتا — کوئی مجھ سے پوچھے میں کیا چاہتا ہوں
(یامین غوری)

شاعر ایک حساس انسان ہے۔ جس کے دل میں محبت کے جذبات اور احساسات کا الاؤ روشن ہے۔ ان جذبات نے اس کے دل کو ایک عجیب اضطراب اور بے قراری میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کا محبوب ان جذبات اور احساسات کو سمجھنے سے قاصر ہے یا پھر وہ جان بوجھ کر انھیں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ جس کی وجہ سے شاعر کا دل ہر وقت بے چین رہتا ہے۔ بقول شاعر:

parho.pk

بہت امید رکھنا اور پھر بے آس ہونا بھی بشر کو مار دیتا ہے بہت حساس ہونا بھی

شعر انتہائی سادہ اور عام فہم ہے۔ سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے۔ مصرع اولیٰ میں "پھرنا" اور "رہنا" الفاظ ہم آواز ہیں جو شعر کا صوتی حسن بڑھاتے ہیں۔ مصرع ثانی میں شاعر نے جذبات کی شدت کو آگ کے دہکانے سے تشبیہ دی ہے، جو نہایت بلیغ تشبیہ ہے۔

شعر نمبر 2

چھلکائے ہوئے چلنا ، خوش بو لب لعلیں کی
اک باغ سا ساتھ اپنے ، مہکائے ہوئے رہنا

حل لغت چھلکائے (لبالب بھر کر، کسی چیز کو اتنا بھرنا کہ مائع لبریز ہو کر گرنے لگے) لب لعلیں (سرخ ہونٹ) مہکانا (خوش بو بکھیرنا)

مفہوم محبوب اپنے ہونٹوں سے خوش بو بکھیرتے ہوئے چلتا ہے گویا وہ ہمہ وقت ایک باغ اپنے ساتھ مہکائے رکھتا ہے۔

تشریح

منیر نیازی دورِ جدید کے اُردو اور پنجابی کے مشہور شاعر ہیں۔ منفرد لب و لہجے اور اُسلوب کے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں تحیّر اور سادگی کا عنصر نمایاں ہے۔ اپنی شاعری میں منیر نیازی جن جذبات و احساسات کو اپنی گرفت میں لاتے ہیں۔ تشبیہات اور استعاروں کے ذریعے ان کیفیات کو پیش کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کے بارے میں اشفاق احمد کہتے ہیں کہ:

"منیر نے بات کی اور ختم کی، سننے والے سوچنے پر مجبور ہو گئے اور پھر ایک ایک نقطہ، ایک ایک حرف ذہن کے جلوں میں قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکنے لگا۔"

تشریح طلب شعر میں شاعر محبوب کے سرخ ہونٹوں اور اس کی دل نشیں گفت گو کی تعریف کرتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ محبوب کے سرخ ہونٹ جو لعل کی مانند ہیں، ان سے خوش بو بکھرتی رہتی ہے۔ "چھلکائے ہوئے چلنا" کا مطلب ہے کہ محبوب کے لبوں کے جام خوش بو سے اس طرح بھرے ہوئے ہیں کہ ہر قدم پر چھلک جاتے ہیں۔ یعنی ایک تو محبوب کے ہونٹ لعل کی مانند خوب صورت ہیں دوسرا محبوب کے ہونٹوں سے نکلنے والی گفت گو بہت دل نشین ہے۔ اس کے خوش بو جیسے الفاظ دل کو چھو جاتے ہیں۔ جب وہ بولتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے خوش بو بکھر رہی ہے۔ اس کے ہونٹوں سے الفاظ کی بجائے پھول جھڑتے ہیں۔ بقول احمد فراز:

سنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں (احمد فراز)

محبوب کا اندازِ گفت گو، ہر لفظ اور ہر جملہ دل میں گھر کر لیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محبوب اپنے ساتھ پھولوں کا ایک باغ مہکائے ہوئے چلتا ہے۔ جس سے خوش بو نکل کر ماحول کو معطر کر رہی ہے۔ محبوب کی شخصیت باغ کی طرح خوش بودار ہے۔ اس کی موجودگی میں سارا ماحول مہک اٹھتا ہے۔

سنا ہے اس کے بدن کی تراش ایسی ہے کہ پھول اپنی قبائیں کتر کے دیکھتے ہیں
رُکے تو گردشیں اس کا طواف کرتی ہیں چلے تو اس کو زمانے ٹھہر کے دیکھتے ہیں

(احمد فراز)

انسانی فطرت ہے کہ اسے اپنا محبوب دنیا کا سب سے حسین شخص معلوم ہوتا ہے۔ اس کی ہر ادا دل نشین معلوم ہوتی ہے۔ شعرا محبوب کے مختلف اعضا، انداز اور اداؤں کو مختلف اشیا سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کبھی وہ محبوب کے ہونٹوں کو پھول سے تشبیہ دیتے ہیں تو کبھی اس کے چہرے کو چاند سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کبھی اس کی گفت گو کو خوش بو سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کبھی اس کی نزاکت کو شیشے سے تشبیہ دیتے ہیں تو کبھی پھول کی پنکھڑی سے۔ جیسا کہ میر تقی میر کہتے ہیں:

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے (میر تقی میر)

یہاں شاعر نے محبوب کے ہونٹوں کو لبِ لعلیں کہا ہے یعنی محبوب کے ہونٹ لعل کی مانند سرخ ہیں جن سے خوش بو چھلک رہی ہے۔ اسی طرح محبوب کی دل نشیں گفت گو اور شخصیت کو خوش بو اور باغ سے تشبیہ دی ہے۔ محبوب کی گفت گو دل پر اثر کرتی ہے۔ اس کی سحر انگیز شخصیت دل موہ لیتی ہے۔ جس طرح باغ رنگا رنگ پھولوں اور پھلوں سے بھرا ہوتا ہے، اسی طرح محبوب کی شخصیت میں رنگا رنگ پہلو ہیں جو اثر انگیز اور راحت فزا ہیں۔ محبوب جہاں سے گزرتا ہے اس کی شخصیت کی خوش بو سے سارا ماحول مہک جاتا ہے۔

شعر حسنِ تغزل سے بھر پور ہے۔ ''لبِ لعلیں'' محبوب کے ہونٹوں کے لیے عمدہ تشبیہ ہے۔ اسی طرح محبوب کی موجودگی اور اس کی شخصیت کو ''باغ'' سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مصرع اولیٰ میں ''چھلکائے ہوئے چلنا'' اور مصرع ثانی میں ''مہکائے ہوئے رہنا'' کے الفاظ کا صوتی آہنگ نہایت دل نشین ہے۔ شعر سادگی، سلاست اور روانی سے بھر پور ہے۔

شعر نمبر 3

اس حسن کا شیوہ ہے، جب عشق نظر آئے
پردے میں چلے جانا، شرمائے ہوئے رہنا

حل لغت شیوہ (عادت)

مفہوم محبوب کی عادت ہے کہ عاشق کو دیکھ کر وہ شرماتے ہوئے پردہ میں چلا جاتا ہے۔

تشریح

منیر نیازی دورِ جدید کے اُردو اور پنجابی کے مشہور شاعر ہیں۔ منفرد لب و لہجے اور اُسلوب کے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں تحیّر اور سادگی کا عنصر نمایاں ہے۔ اپنی شاعری میں منیر نیازی جن جذبات و احساسات کو اپنی گرفت میں لاتے ہیں۔ تشبیہات اور استعاروں کے ذریعے ان کیفیات کو پیش کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کے بارے میں اشفاق احمد کہتے ہیں کہ:

''منیر نے بات کی اور ختم کی، سننے والے سوچنے پر مجبور ہو گئے اور پھر ایک ایک نقطہ، ایک ایک حرف ذہن کے جلو میں قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکنے لگا۔''

تشریح طلب شعر میں شاعر محبوب کی حیاداری کی تعریف کرتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ محبوب اتنا حیادار اور شرمیلا ہے کہ اس کی عادت ہے جب اسے معلوم ہو کہ کوئی عاشق اسے دیکھ رہا ہے تو وہ شرم و حیا کے مارے پردے میں چلا جاتا ہے۔ وہ عاشق کے سامنے شرمائے ہوئے رہتا ہے۔ محبوب کا اس طرح شرمانا اور گریز کرنا اس کے حسن میں مزید اضافہ کرتا ہے۔ اس طرح عاشق کی تڑپ مزید بڑھ جاتی ہے۔ بقول مصحفیؔ:

دیکھ کر ہم کو نہ پردے میں تو چھپ جایا کر ہم تو اپنے ہیں میاں غیر سے شرمایا کر

اور بقول منیر نیازی:

چھپاتے ہیں بہت وہ گرمیِ دل کو مگر میں بھی گلِ رخ پر اڑی رنگت کے چھینٹے دیکھ لیتا ہوں

شاعر کہتا ہے کہ محبوب کا ہمیشہ سے یہی شیوہ رہا ہے کہ عاشق کو دیکھتے ہی پردے میں چلا جاتا ہے اور شرمائے ہوئے رہتا ہے۔ یہ عاشق کو عشق میں مزید تڑپانے اور بے قرار کرنے کا ایک حربہ بھی ہو سکتا ہے اور محبوب کی ادا بھی۔ بقول اکبرؔ الٰہ آبادی:

حیا سے سر جھکا لینا، ادا سے مسکرا دینا حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

''شیوہ'' کا مطلب عادت اور طرزِ عمل ہے۔ ''جب عشق نظر آئے'' کا مطلب ہے کہ جب محبت کا اظہار کیا جائے یا کسی کی جانب سے محبت عیاں ہو۔ مراد یہ ہے کہ جب عشق سامنے آتا ہے یا جب محبت کا اظہار کیا جاتا ہے تو حسن ایک مخصوص رویہ اختیار کرتا ہے۔ گویا حسن اور عشق ایک جان دار اور مجسم کردار ہیں۔ حسن انتہائی حساس ہے جو محبت کی موجودگی کو محسوس کرتا ہے۔ ''پردے میں چلے

جانا" شرم وحیا اور نزاکت کی علامت ہے۔ حسن کی خوبی ہے کہ وہ محبت کے اظہار پر شرماجاتا ہے اور پردے میں چلا جاتا ہے۔
دوسری بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ صرف مجھ سے شرماتا ہو، غیروں سے ہنس ہنس کے بات کرتا ہو۔ یہ مضمون بھی منیر نیازی نے ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے:

مجھ سے محبت بھی ہے اس کو لیکن یہ دستور ہے اس کا　　غیر سے ملتا ہے ہنس ہنس مجھ سے ہی شرماتا ہے　　(منیر نیازی)

یہاں شاعر نے حسن کی مشرقی روایات کو بہت عمدگی سے بیان کیا ہے۔ شرم وحیا اور پردہ داری ہماری معاشرتی روایت کا حصہ ہیں۔ شاعر کا محبوب مشرقی روایت کا امین ہے۔ اس لیے جب وہ شاعر کی جانب دیکھتا ہے تو شرم وحیا کے باعث پردے میں چھپ جاتا ہے۔ یہ بھی ایک طرح کی ادا اور نزاکت ہے۔ دوسرا یہ کہ محبوب عاشق کی نگاہوں کی تپش کی تاب نہ لاتے ہوئے پردے میں چلا جاتا ہے اور دیر تک شرمائے رہتا ہے۔ گویا عاشق کی نگاہوں کا اثر دیر تک اسے بے چین رکھتا ہے۔
شعر سادگی، سلاست اور روانی سے بھرپور ہے۔ شاعر نے عام فہم اور سادہ الفاظ کے ذریعے حسن کی نزاکت کو بڑی خوب صورتی سے بیان کیا ہے۔ شعر کا لفظی اور صوتی حسن بہت کمال ہے۔

شعر نمبر 4

اک شام سی کر رکھنا ، کاجل کے کرشمے سے
اک چاند سا آنکھوں میں چمکائے ہوئے رہنا

حل لغت کاجل (سرمہ) کرشمے (معجزہ، انوکھی بات) چمکانا (روشن کرنا)

مفہوم محبوب کاجل کے کرشمے سے ایک شام طاری کر دیتا ہے اور اپنی آنکھوں میں ایک چاند سا روشن رکھتا ہے۔

تشریح

منیر نیازی دورِ جدید کے اُردو اور پنجابی کے مشہور شاعر ہیں۔ منفرد لب و لہجے اور اُسلوب کے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں تحیر اور سادگی کا عنصر نمایاں ہے۔ اپنی شاعری میں منیر نیازی جن جذبات واحساسات کو اپنی گرفت میں لاتے ہیں۔ تشبیہات اور استعاروں کے ذریعے ان کیفیات کو پیش کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کے بارے میں اشفاق احمد کہتے ہیں کہ:

"منیر نے بات کی اور ختم کی، سننے والے سوچنے پر مجبور ہو گئے اور پھر ایک ایک نقطہ، ایک ایک حرف ذہن کے جلو میں قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکنے لگا۔"

تشریح طلب شعر میں شاعر محبوب کے کاجل اور اس کی آنکھوں کی تعریف کر رہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ محبوب کی عادت ہے کہ آنکھوں میں کاجل لگا کر شام کا سا ماحول بنا لیتا ہے۔ گویا محبوب کے کاجل کے کرشمے سے شام کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ محبوب کی آنکھوں میں سیاہ کاجل کی خوب صورتی کے سامنے دنیا کی سب رونقیں اور تمام نظارے ماند پڑ جاتے ہیں۔ ہر چیز پر تاریکی چھا جاتی ہے گویا رات کا سماں بندھ جاتا ہے۔ یہ سب محبوب کی آنکھوں میں لگے خوب صورت کاجل کا کرشمہ ہے۔ بقول شاعر:

تو نے کاجل لگایا دن میں رات ہو گئی　　چھپ گئے سارے نظارے کیا بات ہو گئی

یہاں شاعر نے صنعت حسنِ تعلیل کا نہایت عمدہ استعمال کیا ہے۔ کسی امر کی ایسی علت (وجہ) بیان کرنا جو حقیقت نہ ہو لیکن سننے میں خوب صورت لگے، حسنِ تعلیل کہلاتی ہے۔ سورج غروب ہونے کے بعد شام کا ہونا ایک لازمی امر ہے لیکن شاعر کہتا ہے کہ شام کا ہونا دراصل محبوب کے کاجل کا کرشمہ ہے۔ محبوب آنکھوں میں کاجل لگاتا ہے تو ہر سمت شام سی چھا جاتی ہے۔ شام کے وقت میں ایک کشش اور پُر اسراریت ہوتی ہے اسی طرح محبوب کی آنکھوں میں کاجل بھی ایک کشش اور پُر اسراریت پیدا کرتا ہے۔
شعر کے پہلے مصرع میں منیر نے شام کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ اُن کی غزلوں میں یہ استعارہ کئی طرح سے استعمال ہوا ہے۔

ے شامِ فراق آئی تو دِل ڈوبنے لگا　　ہم کو بھی اپنے آپ پہ کتنا غرور تھا　(منیر نیازی)

ایک اور شعر میں منیر نیازی کہتے ہیں کہ:

ے دِن بھر جو سورج کے ڈر سے گلیوں میں چھپ رہتے ہیں　　شام آتے ہی آنکھ میں وہ رنگ پرانے آجاتے ہیں

مصرع ثانی میں شاعر نے محبوب کی آنکھوں کی چمک اور خوب صورتی کو چاند کی چمک سے تشبیہ دی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ محبوب کی آنکھیں اس قدر روشن اور چمک دار ہیں کہ ایسا لگتا ہے جیسے محبوب اپنی آنکھوں میں ہمہ وقت چاند چمکائے رکھتا ہے۔ جس طرح چاندرات کی تاریکی میں چمکتا ہے اسی طرح محبوب کی آنکھوں کے کاجل سے بیرونی ماحول پر رات کی تاریکی چھا جاتی ہے اور اس تاریکی میں محبوب کی آنکھوں کی پتلیوں میں چاند چمکتا محسوس ہوتا ہے۔

دوسرے مصرع میں چاند کا استعارہ ہے۔ چاند کا انسانی کیفیات سے زمانہ قدیم سے گہرا تعلق رہا ہے۔ جدید سائنسی انکشافات اور انسان کی چاند تک رسائی کے باوجود چاند نے استعاراتی معنوں میں اپنی معنویت کو برقرار رکھا ہے۔ چاند منیر نیازی کو بار بار اپنی جانب متوجہ کرتا ہے۔ وہ چاند سے وابستہ جمالیاتی امکانات کھنگالتے ہیں اور بڑے منفرد انداز میں اپنے اشعار میں پیش کرتے ہیں اور ہر پیش کش میں کوئی نہ کوئی انوکھا پہلو لانے کی کوشش کی ہے۔

ے چاند نکلا ہے سر قریۂ ظلمت دیکھو　　ہوگئی ہیں کیسی سیہ خانوں کی رنگت دیکھو　(منیر نیازی)

ایک اور شعر میں منیر نیازی کہتے ہیں:

ے اپنی ہی تیغ ادا سے آپ گھائل ہوگیا　　چاند نے پانی میں دیکھا اور پاگل ہوگیا

''اک شام سی کر رکھنا'' کا مطلب ہے آنکھوں کو شام کی طرح پُرکشش اور خوب صورت بنانا۔ ''کاجل کے کرشمے سے'' کا مطلب ہے کہ آنکھوں کی یہ دل کشی اور خوب صورتی کاجل لگانے کی وجہ سے ہے۔ محبوب نے کاجل اس خوب صورتی سے لگایا ہے کہ آنکھوں کی دل کشی بڑھ گئی ہے۔ بقول شاعر:

ے تمھارا کام اتنا ہے فقط کاجل لگا لینا　　تمھاری آنکھ کی خاطر نظارے میں بناؤں گا　(خالد ندیم شانی)

شعر حسنِ تغزل سے بھرپور ہے۔ شاعر نے محبوب کی آنکھوں کی خوب صورتی کو اجاگر کرنے کے لیے مظاہرِ فطرت سے نہایت عمدہ تشبیہات استعمال کی ہیں۔ مصرع اولیٰ میں شام سے تشبیہ دی ہے اور مصرع ثانی میں چاند سے تشبیہ دی ہے۔ مصرع اولیٰ میں ''کاجل کے کرشمے'' کے الفاظ میں حرف ''ک'' کی تکرار جب کہ مصرع ثانی میں ''چاند چمکائے'' کے الفاظ میں ''چ'' کی تکرار نہایت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس سے شعر کا لفظی اور صوتی حسن بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح ''رکھنا'' اور ''رہنا'' میں بھی ایک صوتی آہنگ ہے۔ شعر میں صنعتِ حسنِ تعلیل کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔

شعر نمبر 5

عادت ہی بنا لی ہے تم نے تو منیؔر اپنی
جس شہر میں بھی رہنا، اکتائے ہوئے رہنا

حل لغت اکتائے ہوئے رہنا (بےزار رہنا، کسی چیز سے دل بھر جانا)

مفہوم اے منیؔر تم نے تو عادت ہی بنالی ہے کہ جس بھی شہر میں رہتے ہو، بےزار رہتے ہو۔

تشریح

منیر نیازی دورِ جدید کے اُردو اور پنجابی کے مشہور شاعر ہیں۔ منفرد لب و لہجے اور اُسلوب کے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں تحیّر اور سادگی کا عنصر نمایاں ہے۔ اپنی شاعری میں منیر نیازی جن جذبات و احساسات کو اپنی گرفت میں لاتے ہیں۔ تشبیہات

اور استعاروں کے ذریعے ان کیفیات کو پیش کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کے بارے میں اشفاق احمد کہتے ہیں کہ:

''منیر نے بات کی اور ختم کی، سننے والے سوچنے پر مجبور ہو گئے اور پھر ایک ایک نقطہ، ایک ایک حرف ذہن کے جلو میں قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکنے لگا۔''

تشریح طلب شعر غزل کا مقطع ہے۔ اس میں شاعر خود سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے منیر تم نے تو اب یہی عادت اپنا لی ہے کہ جس بھی شہر میں رہتے ہو اکتائے اکتائے اور بے زار بے زار سے رہتے ہو۔ کسی بھی شہر میں خوش نہیں رہتے۔ شاعر نے یہاں تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے اپنی بے زاری اور اکتاہٹ کی وجہ بیان نہیں کی۔ شاعر کی بے زاری کی وجہ اس کے قلبی جذبات اور احساسات بھی ہو سکتے ہیں۔ جب انسان کے دل میں جذبات کا الاؤ روشن ہوتا ہے تو اس کی بے چینی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جب اس کے ان جذبات و احساسات کو کسی بھی سطح پر اہمیت نہیں ملتی تو یہ بات اس کی مایوسی میں اضافہ کر دیتی ہے جو رفتہ رفتہ مستقل اکتاہٹ اور بے زاری کا باعث بن جاتی ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ جب انسان کا دل اداس ہوتا ہے تو باہر کی خوشیاں، رونقیں اور نظارے اسے مزید اداس کر دیتے ہیں۔ اسے دوسروں کی خوشیاں دیکھ کر اکتاہٹ اور بے زاری ہونے لگتی ہے۔ بقول شاعر:

ے دل چپ ہو تو باہر کی فضا کچھ نہیں کہتی　　ہو لاکھ کوئی شور مچاتا ہوا موسم

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شہر کے لوگ شاعر کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں۔ وہ بے حس، خود غرض اور مفاد پرست لوگ ہیں۔ اس لیے شاعر ان کے درمیان رہتے ہوئے بھی خود کو تنہا محسوس کرتا ہے۔ اسے اس کے ہم مزاج لوگ نہیں مل رہے جس کی وجہ سے اس کی مایوسی اور بے زاری میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ بقول ناصر کاظمی:

ے جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی　　بھری دنیا میں جی نہیں لگتا　　(ناصر کاظمی)

شاعر اپنے جذبات کی ناقدری کے سبب اکتایا ہوا رہتا ہے۔ جب اس کے ان جذبات و احساسات کو کسی بھی سطح پر اہمیت نہیں ملتی تو یہ بات اس کی مایوسی میں اضافہ کر دیتی ہے جو رفتہ رفتہ مستقل اکتاہٹ اور بے زاری کا باعث بن جاتی ہے۔

''شہر'' منیر نیازی کی شاعری میں خوابوں کا شہر ہے۔ یہ شہر کبھی خان پور کی یاد دلاتا ہے اور کبھی ساہی وال کی اور پھر لاہور میں ڈھل جاتا ہے۔ اس شہر میں سب کچھ ہے۔ شکستِ ذات بھی ہے، تخریب بھی ہے، تعمیر بھی ہے، ڈر بھی ہے، وحشت بھی ہے، دہشت بھی ہے، ویرانی بھی ہے اور تنہائی بھی۔ منیر نیازی کہتے ہیں:

ے آوارگی کی لہر ہے اور ہم ہیں دوستو　　بکھرے ہوئے ہیں مثلِ موجِ ہوا شہر شہر میں

ے وہ جن کی یادوں کی دِل کے اندر جلن ہے اتنی　　ہزاروں میلوں پہ رہ گئے ہیں وہ شہر سارے

جیسے جیسے شہر پھیلتے جاتے ہیں اُن کی آبادی بڑھتی جاتی ہے۔ اس میں آباد لوگوں کی تنہائی اور کرب میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ روشنیوں سے چمکتے ہوئے جدید شہروں میں یہ بیگانگی مزید نمایاں ہوتی ہے۔ اجنبی لوگوں کی موجودگی میں شہر کی گلیاں سونی معلوم ہوتی ہیں۔ بقول منیر نیازی:

ے گو ذرا فاصلے پر گھر کی ہر راحت بھی تھی　　اجنبی شہروں میں رہتے عمر ساری کٹ گئی

شعر سادگی، سلاست اور روانی سے بھرپور ہے۔ مصرعِ ثانی میں ''رہنا'' کی تکرار ایک خاص لفظی حسن پیدا کرتی ہے۔ یہ صنعتِ تکرار کا عمدہ استعمال ہے۔ شاعر نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے ایک گہری اور نفسیاتی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

مشقی سوالات

ا۔ مندرجہ ذیل کے مختصر جواب دیں:

(الف) شاعر کی بے چینی، گھبراہٹ اور جذبوں کی آگ دہکانے کی کیفیت کا سبب کیا ہے؟

جواب: شاعر ایک حساس انسان ہے۔ اس کے دل میں محبت کے جذبات اور احساسات کا الاؤ روشن ہے۔ ان جذبات نے اس

کے دل کو ایک عجیب اضطراب اور بے قراری میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کا محبوب ان جذبات اور احساسات کو سمجھنے سے قاصر ہے یا پھر وہ جان بوجھ کر انھیں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ جس کی وجہ سے شاعر کا دل ہر وقت بے چین رہتا ہے۔

(ب) منیر نیازی نے خوش بو کے ساتھ تعلق و وابستگی کو کس طرح بیان کیا ہے؟

جواب: منیر نیازی کہتے ہیں کہ محبوب کے لبِ لعلیں سے خوش بوئیں چھلکتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ ایک پورا باغ مہکائے ہوئے چلتا ہے۔

(ج) شیوۂ حسن کیا ہے؟

جواب: شاعر کہتے ہیں کہ شیوۂ حسن یہ ہے کہ جب عشق نظر آتا ہے تو حسن شرما کر پردے میں چلا جاتا ہے۔

(د) چوتھے شعر میں شاعر نے حسنِ تعلیل کو برتا ہے، وضاحت کریں۔

جواب: چوتھے شعر میں شاعر نے صنعت حسنِ تعلیل کا نہایت عمدہ استعمال کیا ہے۔ کسی امر کی ایسی علت (وجہ) بیان کرنا جو حقیقت نہ ہو لیکن سننے میں خوب صورت لگے، حسنِ تعلیل کہلاتی ہے۔ سورج غروب ہونے کے بعد شام کا ہونا ایک لازمی امر ہے لیکن شاعر کہتا ہے کہ شام کا ہونا دراصل محبوب کے کاجل کا کرشمہ ہے۔ محبوب آنکھوں میں کاجل لگاتا ہے تو ہر سمت شام سی چھا جاتی ہے۔

(ہ) شاعر نے کس عادت کو اپنا لیا ہے؟ اس جذبے کو تخلیقی سطح پر بیان کریں۔

جواب: شاعر نے بے زاری کی عادت کو اپنا لیا ہے۔ وہ جس شہر میں بھی رہتا ہے ہمیشہ بے زار رہتا ہے۔ شاعر کی بے زاری کی وجہ اس کے قلبی جذبات اور احساسات ہیں۔ جب انسان کے دل میں جذبات کا الاؤ روشن ہوتا ہے تو اس کی بے چینی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب اس کے ان جذبات و احساسات کو کسی سطح پر اہمیت نہیں ملتی تو یہ بات اس کی مایوسی میں اضافہ کر دیتی ہے جو رفتہ رفتہ مستقل اکتاہٹ اور بے زاری کا باعث بن جاتی ہے۔ شاعر اپنے جذبات کی ناقدری کے سبب اکتایا ہوا رہتا ہے۔

۲۔ مصرعے مکمل کریں۔

(الف) اک آگ سی۔۔۔کی دہکائے ہوئے رہنا
(ب) چھلکائے ہوئے چلنا خوش بو۔۔۔۔کی
(ج) اس۔۔۔۔۔کا شیوہ ہے جب عشق نظر آئے
(د) اک شام سی کر رکھنا۔۔۔۔۔کے کرشمے سے
(ہ) جس شہر میں بھی رہنا،۔۔۔۔۔ہوئے رہنا

جواب:

(الف) اک آگ سی۔ جذبوں۔۔کی دہکائے ہوئے رہنا
(ب) چھلکائے ہوئے چلنا خوش بو۔۔لبِ لعلیں۔۔کی
(ج) اس۔۔حسن۔۔کا شیوہ ہے جب عشق نظر آئے
(د) اک شام سی کر رکھنا۔۔کاجل۔۔۔کے کرشمے سے
(ہ) جس شہر میں بھی رہنا،۔۔اکتائے۔۔۔ہوئے رہنا

۳۔ درست جواب کی نشان دہی کریں:

(الف) شاعر آگ دہکائے ہوئے رہتا ہے:

(الف) احساسات کی　(ب) جذبوں کی　(ج) آہوں کی　(د) نالوں کی

(ب) لبِ لعلین کا مطلب ہے:

(الف) موتی کا کنارا　(ب) خوب صورت رخسار　(ج) پتلے ہونٹ　(د) سرخ ہونٹ

(ج) شاعر کا محبوب ہے:

(الف) شرمیلا　(ب) غصیلا　(ج) جوشیلا　(د) جھگڑالو

(د) ''اک شام سی'' اور ''اک چاند سا'' میں ''سی'' اور ''سا'' قواعد کی رو سے ہیں:

(الف) استعارہ　(ب) مجازِ مرسل　(ج) حروفِ تشبیہ　(د) مشبہ بہ

(د) اس غزل کا آخری شعر قواعد کے لحاظ سے کہلاتا ہے:

(الف) مطلع　(ب) بیت الغزل　(ج) مقطع　(د) حسنِ مطلع

۴۔ درج ذیل محاورات کے معانی لکھیں اور انھیں جملوں میں استعمال کریں:

اللے تللے کرنا، پتا پانی ہونا، کاغذ کھولنا، فیل مچانا، نو دو گیارہ ہونا

جواب:

محاورات	معانی	جملے
اَللّے تللّے کرنا	عیش و آرام کرنا، خوب مزے اُڑانا	باپ کی کمائی پر احمد نے خوب اللے تللے کیے۔
پتا پانی ہونا	خوف یا صدمے سے حوصلہ نہ رہنا	سانپ کو دیکھ کر حماد کا پتا پانی ہو گیا۔
کاغذ کھولنا	عیب فاش کرنا	اپنی زبان بند رکھو اگر تمھارے کاغذ کھول دیے تو منھ دکھانے کے قابل نہ رہو گے۔
فیل مچانا	شور مچانا	استاد کے جانے کے بعد بچوں نے خوب فیل مچایا۔
نو دو گیارہ ہونا	بھاگ جانا	پولیس کو دیکھتے ہی چور نو دو گیارہ ہو گیا۔

۵۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کریں:

بے چین بہت پھرنا، گھبرائے ہوئے رہنا
اک آگ سی جذبوں کی، دہکائے ہوئے رہنا
اک شام سی کر رکھنا، کاجل کے کرشمے سے
اک چاند سا آنکھوں میں، چمکائے ہوئے رہنا

۶۔ منیر نیازی کی غزل کے قوافی بالترتیب لکھیں۔

غزل کے قوافی درج ذیل ہیں:

گھبرائے، دہکائے، مہکائے، شرمائے، چمکائے، اُکتائے

تشبیہ:

جب کسی چیز کو کسی مشترکہ صفت کی بنا پر اس کی کیفیت اور صورتِ حال کو مزید پُر تاثیر اور کیف آور بنانے کے لیے کسی دوسری چیز کے مانند قرار دیا جاتا ہے تو اسے علمِ بیان کی اصطلاح میں تشبیہ کہتے ہیں۔ جس چیز کو تشبیہ دیں اسے مشبّہ، جس چیز کے ساتھ تشبیہ دیں اسے مشبّہ بہ، وہ صفت جس کی بنا پر تشبیہ دی جائے اسے وجہ شبہ اور وہ کلمہ یا حرف جو مشبّہ اور مشبہ بہ کو ملاتا ہے، اسے حرفِ تشبیہ کہتے ہیں۔ اس طرح تشبیہ کے چار ارکان ہوئے:

۱۔ مشبّہ　۲۔ مشبّہ بہ　۳۔ حرفِ تشبیہ　۴۔ وجہ شبہ

مثلاً: یہ کاغذ دودھ کی طرح سفید ہے۔
اس مثال میں ارکانِ تشبیہ اس طرح ہوں گے:

مشبّہ	مشبّہ بہ	حرفِ تشبیہ	وجہِ شبہ
کاغذ	دودھ	کی طرح	سفید

محاورے اور ضرب الامثال کی طرح تشبیہ کو بھی زبان کا زیور سمجھا جاتا ہے اور اس کے استعمال سے کلام میں حسن اور خوبی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً: یہ تشبیہات دیکھیے:
پتھر کی طرح سخت، چٹان کے مانند مضبوط، شہد جیسا میٹھا، شیر کی طرح بہادر، ریشم کی مثل نرم، دن کی طرح روشن، رات کی طرح تاریک، تلوار کی طرح تیز، خون کی طرح سرخ، کوئلے کی طرح سیاہ، برف کی طرح ٹھنڈا، تیر کی طرح سیدھا، سمندر کی طرح گہرا وغیرہ۔

طرفینِ تشبیہ: مشبّہ اور مشبّہ بہ کو طرفینِ تشبیہ کہا جاتا ہے۔

استعارہ: استعارہ کے لغوی معنی عاریتاً یا ادھار لینا کے ہیں مگر اصطلاح میں جب ہم کسی لفظ کو اس کے حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اس کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔

استعارہ کے تین ارکان ہوتے ہیں:
(۱) مستعارلہٗ (جس کے لیے استعارہ کیا جائے)
(۲) مستعارمنہٗ (جس سے استعارہ لیا جائے)
(۳) وجہِ جامع (مستعارلہٗ اور مستعارمنہٗ میں مشترک صفت)

استعارے میں مستعارلہٗ کا ذکر نہیں ہوتا، یہ اس کا امتیاز ہے۔ اسی طرح مستعارلہٗ اور مستعارمنہٗ میں مشترک صفت کا ذکر بھی نہیں کرتے۔ مثالیں:
(۱) کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے — رَن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے
(۲) ماں کہتی ہے: میرا چاند آیا۔

دوسری مثال میں:

بیٹا	مستعارلہٗ	(ذکر نہیں ہے)
چاند	مستعارمنہٗ	
خوب صورتی	وجہِ جامع	(ذکر نہیں ہے)

پہلی مثال میں جرأت و ہمت کے باعث حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو شیر کہا گیا ہے لیکن شعر میں ان کا ذکر نہیں ہوا۔ اسی طرح دوسری مثال میں ماں اپنے خوب صورت بیٹے کو چاند کہتی ہے اور بیٹے کا لفظ استعمال نہیں کرتی۔ یہ دونوں مثالیں استعارہ کی ہیں۔

۷۔ منیر نیازی کی غزل کے احتسانی پہلوؤں پر گفت گو کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ:
☆ منیر نیازی کی یہ غزل زبانی یاد کریں اور غزل گوئی کے مقابلے میں حصہ لیں۔
☆ اس غزل کے اشعار صحتِ تلفظ، دُرست آہنگ اور حرکات و سکنات و اشارات کے ساتھ پڑھیں۔
☆ منیر منیر نیازی کی شخصیت اور فنی حوالے سے کسی نامور محقق اور نقاد کی تصنیف کا مطالعہ کریں اور اہم باتوں سے دوستوں کو آگاہ کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام:
☆ طلبہ کو بتائیں کہ منیر نیازی اپنے معاصرین سے کس طرح منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔
☆ منیر نیازی کا کلام سننے کے لیے طلبہ کو کسی مشاعرہ کا لنک بتائیں تا کہ طلبہ کا شعری ذوق بلند ہو۔

parho.pk